ڈاکٹر نجم الاسلام:

قدیم اردو کے چند نوادر

کم و بیش بیس برس پہلے "تین نثری نوادر" کے عنوان سے راقم نے ایک مضمون نقوش لاہور میں اشاعت کے لیے پیش کیا تھا جو شمارہ نمبر ۱۰۵، سالنامہ اپریل - جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں شاہ کمال کے نسخے مفرح الضحک، شاہ مراداللہ انصاری کی تفسیر مرادیہ اور اس کے غیر مطبوعہ دیباچے، اور سید رستم علی بجنوری کی قصۂ احوال روھیلہ کو متعارف کرایا گیا تھا۔ اس میں اردو نثر کی تاریخ سے متعلق کئی نئی معلومات تھیں جن کی طرف ھمارے بعض فاضلین نے توجہ فرمائی اور اپنے مقالات و مضامین میں اس کے حوالے درج فرمائے۔ فالحمد للہ۔

اب پھر اسی نوعیت کا ایک مضمون پیش کیا جاتا ھے۔ اس میں نثر و نظم دونوں کے نوادر کا تعارف ھے۔

(۱)

قصۂ ملکۂ روم:

پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرۂ مخطوطات شیرانی میں ایک مخطوط (   ) ھے جسے ۱۹۷۵ء میں دیکھنے کا موقع ملا تھا اور اس موقعے پر کچھ یادداشتیں بھی محفوظ کرلی تھیں۔ اس میں فارسی قصہ ملکہ روم کے ساتھ بین السطور میں منثور اردو ترجمہ بھی

ھے جو یقیناً ۱۱۹۷ھ سے قبل کا ھے۔ یہ مخطوطہ مورخ ھے اور اس کا کاتب فصیح‌الدین متوطن قصبہ شکارپور ھے۔ قصے کے آخر میں وہ اپنا نام یوں لاتا ھے:

”بمراد دلی رساناد بالنون والصاد تمت تمام شد قصہ ملکہ بادشاہ زادی روم بد سخت (کذا) احقرالعباد فصیح‌الدین متوطن شکارپور“ (ورق ۸۳۔ ب)۔

پھر ورق ۹۱۔ الف پر ایک اور تحریر کے آخر میں یہ ترقیمہ آتا ھے جو بقید تاریخ ھے:

”تمت تمام شد کارمن نذام (نظام) شد مناجات معظم و مکرم بوقت عصر بتاریخ نو ا زد) هم شهر شعبان روز دو شنبہ سنہ ۱۱۹۷ ھجری دستخط فقیر حقیر فصیح‌الدین شکارپور“۔

شکارپور نام کے کئی مقامات برصغیر میں پائے جاتے ھیں۔ اس مخطوطے کا کاتب کس شکارپور کا ھے، یہ غور طلب ھے۔ مخطوطے کا بہت سا حصہ نسخ میں ھے جیسا کہ اس وقت بھی سندھ میں رائج تھا اور اب بھی ھے۔ مترجم نے آواز کو مذکر استعمال کیا ھے۔ یہ طریقہ سندھی زبان کا ھے۔

مترجم کا نام معلوم نہیں لیکن ترجمے کی قدامت اپنی جگہ اھم ھے۔ اب فارسی قصے کے اس منثور اردو ترجمے کا ابتدائی حصہ پیش کیا جاتا ھے جو متن مخطوطہ کے بین‌السطور میں درج ھے:

”شکر پیدا کرنے والے کوں، بادشاہ دنیا کے کوں ظاھر لایا۔ اور لیکن بیان کرنے والے خبروں کے اور نقل (کرنے والے نشانی (کے) اور پرھنے (پڑھنے) والے

تاریخ کے ایسا لائے ھیں کہ بادشاہ روم کے نے وفات
کئی یعنی مرا اور تخت باپ کا بیٹی اوس کی نے لیا ملکہ
ناؤں اوپر جاگہہ باپ کے بیٹھی۔ ایک دن امیروں اجنبی
کوں طلب کیا یعنی بولایا اور کہا جو کوئی کہ سو
سوال میرے کا جواب کہے میں اوس کوں قبول کروں
اور تخت کوں اوس کوں دیوں میں خواہ بادشاہ خواہ
فقیر خواہ رعیت ہووے (ھووے)۔ یہہ بات بیچ دنیا
کے شہرت شہر بیچ شہر اور ملک بیچ ملک کے گئی
کہ ملکہ نے ایسی شرط کئی ھے اور تمام عقل مند کہ
بیچ اوس کے تھے سب جمع آئے اور سب نے کہا
سوال ملکہ کا جواب کہیں ھم اور ملکہ نے طلب کیا
اور کہا کہ سوال میرے کا جواب کہو گے۔ دانش مندوں
نے قبول کیا کہ ھاں جواب کہیں ھم۔ ملکہ بیچ سوال
کے مشغول ھوئی۔ دانش مند حیرت مند ھوئے اور جواب
کوں تس کے دیا۔ ملکہ نے فرمایا ان کوں بیچ سولی
کے کھینچو۔ ملکہ نے کہا کیوں دعوا بڑا کرتے ھیں۔
سردار مسلمانوں کے مرتضی علی بزرگ کرے اللہ
مونہہ اون کا فرمایا ھے کہ ھلاک ھوے (ھووے)
وہ شخص کہ نہ پہچانے اپنی یعنی قدر اپنی نہ نجانے۔
بے خبر کہتے ھو۔ مقصد یہ ھے کہ چالیس برس بادشاھی
کئی۔ یہ آواز ترکستان کو گیا۔ بیچ ترکستان کے
ایک دانش مند تھا عبدالعلیم ناؤں۔ یہہ بات سنی اور
قصد روم کا کیا، پہنچا اور ملکہ کوں کہا کہ ترکستان

سیں ایک دانش مند آیا ھے۔ وہ کہتا ھے کہ سوال ملکہ کا جواب کہوں میں۔ ملکہ نے اوس کو طلب کیا اور کہا کہ واسطے جواب کے آیا تیں۔ دانش مند نے کہا سچ جواب کہوں میں۔ ملکہ نے کہا افسوس کہ بے گناہ مارا جائے تیں۔ دانش مند نے کہا کہ تمام چیز مرے مگر خدائے تعالیٰ ھمیشہ (رھے)، خاص کے (کر) اوسی کا حکم اور طرف اس کے رجوع یعنی توں چراغ اور میں پروانا، جو جلوں میں تعجب نہوئے (نہ ھو وے)۔ ملکہ بیچ سوال کے مشغول ھوئی اور پونچھا کہ آگے خدائے تعالیٰ کے کیا چیز پیدا کئی ھے۔ دانش مند نے کہا کہ کاف اور نون۔ لڑکی نے کہا اوس سیں کیا حاصل ھوئے (ھو وے) ھے۔ دانش مند نے کہا کہ ھوے (ھو وے) پس ھوا، ھوگا۔ لڑکی نے کہا کہ کہاں سیں ھے۔ دانش مند نے کہا کہ نکالا درمیان پیٹھ اور پیٹ کے سیں ملکہ نے کہا کہاں جاتا ھے۔ دانش مند نے کہا تحقیق کر طرف خدا کے رجوع۔ ملکہ نے کہا کیا کھاتا ھے۔ دانش مند نے کہا غم قیامت کا کھاتا ھوں میں۔ ملکہ نے کہا کیا پہنے۔ دانش مند نے کہا کفن پہنوں میں۔ ملکہ نے کہا کہاں رھے تیں۔ دانش مند نے کہا کہ بیچ گورستان کے رھتا ھوں میں۔ ملکہ نے کہا تصدق ھے۔"

مترجم کا نام اور سنہ ترجمہ اس مخطوطے سے معلوم نہیں ھوتا لیکن ترقیمے کی تاریخ اس کے ۱۱۹۷ھ یا قبل کا ترجمہ ھونے پر

دلالت کرتی ھے۔ یہ قصہ خاصی معقول ضخامت کا ھے۔ مختصات نثر یہ ھیں:

(۱) املا: یا ے معروف و مجہول میں فرق نہیں کیا ھے۔ ٹ کو ت، ڑ کو ر، گ کو ک لکھا ھے۔

(۲) ”نے“ کا استعمال شمالی ھند کے محاورے کے مطابق درست طور پر کیا ھے۔

(۳) لفظی ترجمے کا لحاظ رکھا ھے، جس کی وجہ سے جملوں کا در و بست بیشتر فارسی کے مطابق ھے، جیسا کہ اس زمانے کی اردو نثر کا چلن رہا ھے۔

(۴) بعض فارسی الفاظ کے اردو مترادفات، جو مترجم لایا ھے، قابل توجہ ھیں۔ ان میں مترجم کے لسانی علاقے کی طرف اشارہ ھے۔ چنانچہ وہ کفتار (چرخ یا لکڑ بھگا) کے لیے مترادف ڈاکن لایا ھے۔

(۵) سیں (سے)، دکھلاونا، کیتے (کتنے)، ناوں (نام)، چھٹھے (چھٹے)، باؤ (باد) وغیرہ الفاظ بھی ترجمے کی قدامت پر دال ھیں۔

نصیر الدین ھاشمی نے اسی فارسی قصے ”قصۂ ملکۂ روم“ کے ایک اور نثری ترجمے کا ذکر اپنی توضیحی فہرست ”کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات“ (جلد اول) میں کیا ھے جس کی درج شدہ عبارت سے ظاھر ھے کہ یہ ترجمہ نسبتہً جدید العہد ھے یا یوں کہیے کہ شیرانی والے مخطوطے کے ترجمے کے بعد کا ھے۔ آصفیہ والے ترجمے کے آغاز کی عبارت نصیر الدین ھاشمی نے اس طور پر درج کی ھے:

" نقل کرنے والے حکایت لطیفہ کے اس طرح بیان کرتے ھیں کہ زمانۂ گذشتہ میں روم کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی۔ اس کا نام ملکہ تھا۔ اس نے یوں قرار دیا کہ جو شخص میرے سوالوں کا جواب دے گا تو عہدے سے برائے (پرے) اوس کے ساتھ میں شادی کروں گی"۔

(کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات جلد اول ص ۱۰۷)

لیکن شیرانی کے نسخےکی جو عبارتِ آغاز اوپر درج ھوئی ، اس میں صریحاً ترجمہ قدامت کا رنگ لیے ھوئے ھے :

" شکر پیدا کرنے والے کوں ، بادشاہ دنیا کے کوں ظاھر لایا اور لیکن بیان کرنے والے خبروں کے اور نقل کرنے والے نشانی کے اور پرھنے والے تاریخ کے ایسا لائے ھیں . . ."۔

بلاشبہ شیرانی والے نسخے کی عبارتِ ترجمہ اقدم ھے۔

اسی مخطوطے میں چند اردو فقرے دعاؤں کے عنوانات کی صورت میں آتے ھیں: "دوعا قبر میں مردہ اوتارتے ، دوعا قبر میں ماتی ڈالتے ، دوعا قبر کوں مہر کرتے پھڑے (پڑھے) . . . دوعا سرمہ انکمے (آنکھ میں) دالتے پھرے (پڑھے)"۔

ان سے بھی مخطوطے کی قدامت ظاھر ھے۔ ایک اردو منتر "منترِ حب" بھی درج ھے (ورق ۸۸)۔

(۲)

بارھویں صدی ھجری کے آغاز کی ولایتی اردو:

سندھ یونیورسٹی کے ذخیرۂ مینی میں ایک قدیم بیاض ھے

جو اصلاً تو مرزا محمد مقیم متخلص بہ مقیم (دکن ۱۰۴۵ھ، ۱۰۸۴ھ) کی ہے مگر اس پر حاشیے میں ایک اور ایرانی خواجہ محمد ماجد متخلص بہ ماجد کے قلم سے بھی بارھویں صدی ھجری کے ثلث اول کے اضافے ھیں، اور کچھ ماجد کے پسر خواجہ محمد نعیم کے قلم سے بھی۔ پھر وہ بیاض پنجاب کے قدیم صاحبِ دیوان شاعر دلشاد پسروری کے تصرف میں رھی ہے اور اس کے قلم سے بھی کچھ اضافے ھیں۔ اس اھم بیاض کی تفصیلات ایک جدا گانہ مضمون کی متقاضی ھیں۔ سردست ماجد کے قلم کے اضافوں سے اخذ کرکے بارھویں صدی ھجری کے ثلث اول کی اردو عبارت پیش کی جاتی ہے جو "ولایتی اردو" کا دل چسپ نمونہ ہے اور اس زمانے کے ولایتیوں کے حالِ زار کا آئینہ بھی ہے جو بڑی بڑی توقعات لےکر کابل و ایران سے برصغیر آتے تھے۔ یہ عبارت ایک 'بحر طویل' کے درمیان آتی ہے۔ ایک ولایتی ستم روزگار کا مارا اپنے وطن سے نکلتا ہے۔ عرب و روم و عراق عجم گھومتا ہے، پھر دل میں بڑی بڑی امیدیں لےکر برصغیر کا رخ کرتا ہے گویا چار ھزاری منصب اس کے انتظار میں ہے، خراساں سے گذرتے گذرتے یہ امید سہ ھزاری کی رہ جاتی ہے۔ کابل پہنچ کر دو ھزاری رہ جاتا ہے، سوچتا ہے اس سے بھی کم کیا ھاتھ آئے گا۔ اسی خیال میں لاھور پہنچتا ہے۔ وھاں ایک جہاں دیدہ کہتا ہے کہ تجھ جیسے ھزاروں دھکے کھاتے پھرتے ھیں۔ ولایتی کہتا ہے میں ترک سپاھی ھوں، اھل قلم ھوں، اب کیا کروں۔ آخر دھلی پہنچتا ہے، کوچہ و بازار کی خاک چھانتا ہے۔ ناگاہ ایک صاحبِ دولت کے در پر گذر ھوتا ہے۔ اس وقت یہ گفتگو ھوتی ہے:

"ناگہ بدر صاحب دولت گذر افتاد، نگہ کرد و بگفتا

کہ مغل تم کیوں آیا ہے کیا کام ہے تمارا۔ مہ (میں)
کہا نواب سلامت مرے پاس یک گورہ (گھوڑا) ہے۔
گفت کہ یک اسپ کروں گا۔ تو چلو چہرہ لکو (لکھو)۔
ہم کہا وآہ وآہ سرافراز کیا۔ ذوق کروں گا۔ تو سلامت
رھو نواب سلامت۔ مرا یہہ ہاد (بابت) سونا غصہ ھوا۔
باپ موا گالی دیا۔ اپنہ (اپنا) محل جا کہ (کے) سوا
پھر آوتا (اٹھا)۔ تک (ٹک) بنگ پیا۔ یک دو چپائی
کایا (کھایا)۔ خوش ھسنا (ھسنے) لگا۔ کہنہ (کہنے)
لگا بچرا (بچڑا) مغل تک (ٹک) اگو (آگے) آؤ۔ بات
سنو۔ سیدہ (سیدھا) کہو ہم بُورہ (برا) ہے۔ ترا پاس
یک گورہ (گھوڑا) ہے۔ تیس روپیہ کوچ (کچھ) تورا
(تھوڑا) ہے۔ تم جانو چاکر ھوگا۔ کچ (کچھ) پاوگا۔
پر جاوگا پچتاوگا۔ روتی (روٹی) نہ پتر (پتھر) کاوگا
(کھاوگے) بات نکرو۔ چپ کرو۔ تسلیم کرو میرے۔
وچلہ (چلا) جا بلخ و بخارا"۔

حاصل الامر بڑی منت و زاری سے سہ بیستی ھو جاتا ہے۔ مگر اب اور مصیبتیں آتی ھیں۔ بے زری پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بنیے بقال ساھوکار مہاجن کے پاس سو سو چکر لگانے پڑتے ھیں اور دھتکار سننی پڑتی ہے:

"نکل جا مرے پاس نہی (نہیں) خوب دیونگا"۔ "تو
کچ شرم نہی چلہ جا اور بتی عود کو تن مار۔ ۔ ۔"

اگرچہ اس 'بحر طویل' کے ناظم کے نام کی صراحت نہیں لیکن یہ روداد غم خود ماجد پر صادق آتی ہے، جیسا کہ اسی

بیاض کے حواشی میں درج شدہ وہ اپنے ایک قصیدے میں (جو اس کے قیام لاهور کا ہے) آپ بیتی سناتا ہے :

چند در هند میہ بختی ها بره ذلت عصیاں باشم
چند در بندر شوم هوگلی چند در کابل ویراں باشم
چند دهلی بردام کام روا چند در صوبۂ ملتاں باشم
چند در بہرہ زنم کوس جلال چند در اگرہ بزنداں باشم
چند در شاهجہاں پور خراب روز و شب همدم افغاں باشم
چند در پرگنہ های لاهور پئے منصوبہ .... باشم
چند در خانۂ ارباب دول سایل اذن ز درباں باشم
عمر بیہودہ بلا هور گذشت همتے دہ کہ در ایراں باشم

اسی بیاض میں ایک اور بحر طریل کے ذیل میں بھی ایسی هی ولایتی اردو آتی ہے اور ایسے هی ایک زار و خوار مغل کی داستانِ غم سناتی ہے جو ترکِ وطن کرکے هندوستان پہنچتا ہے اور دولت و منصب کی تمنا میں خجالت کھینچتا ہے :

"یاد روزے کہ دو روزہ طلب پاجی بد اصل
شود باز بگوید برفیقان خودش هاں چلو قاضی کے دیرہ
(ڈیرے) ۔ جاوے اعلام لکھہ آوے (لکھاوے) مغل
خچرہ کوں بنداوے (بندهاوے) حق اپنا تہرت (ترت)
منگاوے ۔ کیتے اک دکہہ (دهکا) گلاوے (لگاوے)
کیتے ایک هوری (؟) چکاوے مغل کو انکھیاں
گلاوے (لگاوے/ دکھاوے) مغلی ایس کوں رافضی
کہہ کہ (کے) پکارے مغل کے موندی کہتاوے
(کٹاوے) اپنا جیو تندا (ٹھنڈا) کراوے اور ان پہ نقش

بنداوے (بندھاوے) خدا کے . . . تو دکہو (دیکھو)
یہہ موہ (موا) چاہے چور کہے حق ہمارا ۔

خرم آندم کہ روی خانہ ہندو و مہاجن ز پئے خواهش قرض و . . . اعزاز تواضع . . . تسلیم بجا آری و گویے کہ . . . ہمارے پاس نہی (نہیں) خرچی و گورہ (گھوڑا) ہے بیدانہ ، ہم پر ہوا ہے فاقہ و تمکو دیونگے (دیویں گے) سود ، ہم (ہمیں) خرچی عنایت کرو ۔ تمکوں ثواب ہے ۔ لوگ ہمارے . . . ہیں کافر و زندیق ۔ جوابت دھد کہ چھل (چل) بوچہرہ (بچڑا) مغل ، پیسہ کہا (کہاں) ہے ۔ تو (دیوانہ) ہوا ہے ۔ سود کہاوے سکے گا ۔ بک بک جک جک (جھک جھک) نکرو ۔ اپنہ دیرہ چودو (چھوڑو) ناحق پہرہ (پھیرا) کیا تم ہمارے بہروۂ خچرہ چلہ جاو ۔ "

ماجد کی کہی ہوئی متعدد تاریخیں اس بیاض میں موجود ہیں جن سے ماجد کے زمانے کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس نے اپنے پسر خواجہ محمد نعیم کی تاریخ تولد "ہمایوں بخت" (سنہ ۱۱۱۳ھ) سے نکالی ہے ۔ علاوہ ازیں در تاریخ عمارت شادمان خان (۱۱۰۷ھ) ہے ۔ شاہ عالم بہادرشاہ کی وفات کے حالات کے ذیل میں تاریخ وفات ۲۰ محرم ۱۱۲۴ھ بھی لاتا ہے ۔ ان سنین سے عبارت مذکورہ کے زمانۂ تحریر کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

اس بیاض میں کچھ ریختے بھی درج ہیں :

۱- روزے کہ علی دست بہ شمشیر کرے گا
سیمرغ ازاں زلزلہ در قاف دریگا (ڈرے گا)

هر کس کہ ندانست علی را بدل و جان
آن تیغ دوسر برسرش از قہر دھریگا (دھرے گا)

چون خضر هر آنکس کہ می از ساغر او خورد
ما حیست و دل زندہ کہ ہرگز نمریگا (نہ مرے گا)

و انکس کہ بہشت از کف جان دامن پا کش
در آتش دوزخ چو خس و خار جریگا (جلے گا)

و انکس کہ تہی شد ز خود امروز بمہرش
فردا حقش از معرفت خویش بہریگا (بھرے گا)

(آن شخص کہ) شد غرقۂ دریاے محبت
(یک روز) بکف گوہر مقصود تریگا (؟)

غرقست نظر گرچہ بعصیان و امید ست
اینست کہ ایزد معلیٰ عفو کریگا

(ص ۸۳۰)

۲- دل و جان اس لتک (لٹک) اوپر فدا ہے
ستمگر بیوفا یہ کون ادا ہے

چلے پھردیس (پردیس) کوں یہہ داغ لے کر
پیارے ہم انیسان (؟) کی دعا ہے

بمسکیں دل بدہ دیدار کی بھیک
نمانا ہے گدا ہے بے نوا ہے

ترا ای مہربانیہای بسیار
نمانو رام کی سوں کچھ دغا ہے

مرا جب لے چلے بن مکہہ دکھائے
ستم ہے ظلم ہے جور و جفا ہے

چہ غم گر یار آئے ہے جفا پھر (پر)
(ف)لانے تم ندر (نڈر) تیرا خدا ہے

(ص ۸۲۲)

۳۔ (بت) من چابک و نازک ادا ہے
نگاهش آفت و خنده بلا ہے

(چو) دایم بر درت گویم باآواز
. . . سرم دلبر کہا ہے (کہاں ہے)

لب معشوق بر دشنام راند
(ولیکن) کچہ نہ کم اوسکی رضا ہے

۴۔ سو کہہ (سکھ) چین کے منڈل میں سب جا کہے پکارا
دل میرود ز دستم صاحب دلاں خدارا

ای مرگ توک (ٹک) امان ده دل کی مراد یوں ہے
باشد کہ باز بینم آن یار آشنا را

اس بزم کے جشن میں یوں کہہ (کر) کہیں ہے عاشق
هات الصبوح هبو یا ایها السکا را

دو دین (دن) کی زندگانی متکہہ (مت کر) جفا کسی سوں
نیکی بجای یاراں فرصت شمار یارا

روز ازل سوں مجہ کوں رسوا کیا ہے دل نے
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را

مدت ہوئی ہے سکتا تجہ یاد میں کہرا (کھڑا) ہوں
روزے تفقدے کن درویش بے نوا را

انکھیاں میں جھر (جھڑ) لگایے رسوا کہریں (کریں)
گی آخر
دردا کہ راز پنہاں خواهد شد آشکا را
توں کہوں کہرے (کرے) نہ دل کوں آیینۂ سکندر
تا برتو عرضہ دارد احوال ملک دارا
صوفی نے جب ترے لب یوں دیکھ کر کہا ہے
اسحالنا و اهلی من قبلت العذا را
دل کوں کیا ہے پانی لوهوں لوهو کیا ہے
دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا
جن مد پیا پرم (پریم) کا فارغ ہے نیک و بد سوں
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را
اکثر گنہ کییں ہے (کیے ھیں) اب گرھواں (ھوا) ہے تایب
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا
دنیا کی فکر ست کر کہتا ہے خواجہ حافظ
کین کیمیاے هستی قاروں کند گدارا

اس مخطوطے میں باقی (آقا باقی نہاوندی) کے سنجیدہ فارسی کلام کے علاوہ ایک هزلیہ قطعۂ فارسی بھی درج ہے جو یوں شروع ہوتا ہے۔

کلاونت بچۂ در اکبر آباد   کہ بود اندر نزاکت پادشا ہے

اس میں نقل قول کے طور پر اردو بھی آئی ہے: ع بزد فریاد گفتا کیا ہے کیا ہے۔ اس کے بعد جو هزلیہ اردو قول ہے بر بنائے کثافت حذف کیا جاتا ہے۔ آقا باقی نہاوندی ایرانی الاصل ہے۔

هندوستان آ کر عبدالرحیم خان خاناں کے دامن دولت سے وابستہ ہوا۔ مآثر رحیمی ایک ضخیم کتاب اس نے خان خاناں کے احوال میں لکھی ہے، جہانگیر کے عہد میں وہ شہزادہ پرویز سے متعلق رہا ہے۔

(۳)

بابا فرید رحہ کا ایک دوہا :

راحت الارواح (تذکرہ شاہ عزیز اللہ قادری دہلوی، عہد اورنگ زیب عالم گیر مولفہ حافظ محمد سعید سنہ اتمام ۱۰۸۵ھ) کا ایک نادر قلمی نسخہ راقم نے حیدرآباد سندھ کے ایک تاجر مخطوطات و کتب نادرہ سے پاکستان بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے زمانے میں خریدا تھا۔ جب کہ ہوائی حملے سے بچنے کے لیے اس کی دکان میں پناہ لینی پڑی تھی۔ اتفاقاً یہ کتاب ہاتھ آئی۔ بکثرت تاریخی معلومات اس نادر نسخے میں ہیں اور بابا فرید کا ایک دوہا بھی ہے جو شاہ عزیز اللہ کے فرمودات کے ذیل میں ورق ۸۷ الف پر یوں آتا ہے :

"فرمودند کہ این قول حضرت شیخ فرید الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ مرا برحال خود خوش آمد"۔

دوہرہ ہندوی :

سایہ سکہ دیکھ کر لوک کہن (کہیں) درویش
اندر تیرے مایلی (میل) باھر کورا بھیس

[صاحب ملفوظات شاہ عزیز اللہ قادری لاھور میں سنہ ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ دھلی میں ۳۷ برس کی عمر میں ۱۰۸۴ھ میں وفات پائی اور وھیں مدفون ہوئے۔ حضرت میاں میر لاھوری کے قادری سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اور غالباً ان قادریوں میں تھے جو دارا شکوہ سے وابستگی کی بنا پر اورنگ زیب عالم گیر کے معتوب ہوئے

جیسا کہ سید احسن اللہ شاہ دھلوی کے بیان میں "ضمیمہ تذکرہ شعرائے فرخ آباد" مولفہ سید محمد ولی اللہ فرخ آبادی (مشمولہ سہ ماھی اردو ادب علی گڑھ جلد ۴ نمبر ۱ بابت جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء) میں اشارۃ آتا ھے اور اسی میں ایک حیرت انگیز اطلاع یہ بھی ملتی ھے کہ مشہور نقشبندی بزرگ حضرت جان جاناں مظہر کے خلیفہ شاہ غلام علی دھلوی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے:

"سید شاہ احسن اللہ دھلوی: جد اعلائے وے سید شاہ عزیز اللہ از عمدہ مریدان ملا شاہ خلیفہ شاہ میر لاھوری بودہ و جد قریب شاہ رحمت اللہ بعد حادثۂ دارا شکوہ اوقات خیمول بسر بردہ و پدرِ وے شاہ غلام علی از کبار مشائخ شاہ جہان آباد است . . . " [

(۴)

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م ۸۲۵ھ) کا منظوم نسخہ:

بزرگ محترم مولوی شفیع الرحمان بچھرایونی (استاد جامعہ ملیہ نئی دھلی) کے ذخیرۂ کتب میں ایک قدیم بیاض تھی جو موصوف کے انتقال (لطیف آباد حیدرآباد سندھ) کے بعد ان کی بیوہ محترمہ شافعیہ صاحبہ نے تعلقات پر نظر کر کے راقم کو عنایت فرمائی۔ یہ بیاض بارھویں صدی کے نصف آخر کے کسی عاجز تخلص کی ھے جس نے بکثرت سندھ اور حیدرآباد دکن کے سفر بھی کیے ھیں اور وہ پنجاب سے بھی تعلق رکھتا ھے، کیوں کہ بیاض میں ان مقامات کی متعدد یاد داشتیں ھیں اور ایک مقام پر صاحب بیاض اپنا ذکر یوں بھی لاتا ھے: "برائے حضرت قدسی ممالک ظل سبحانی دارا اعظم یکے جوگی حکیم کامل نظر آوردہ بود ھر چہ کیفیت ایں تول . . . . بود

حضرت خود مشاهده نموده بودند و این فقیر یعنی نواب غیازی‌الدین خاں (کذا) دو مرتبہ تجربہ نموده نموده وان جوگی حکیم یونانی بود و در حکمت هندی هم خبردار بود و شصت سال در جوک (جھوک در سندھ ؟) بود"۔ (ص ۲۳۰)

بیاض میں بکثرت طبی نسخے ، اور ایک بڑی تعداد مرتب حالت میں بھی، درج ھیں۔ صاحب بیاض کی نشاندھی اور بیاض کی تفصیلات ایک جداگانہ مضمون میں پیش کی جائیں گی۔ بہرکیف اس جگہ وہ منظوم اردو نسخہ نقل کیا جاتا ھے جو اس بیاض کے ص ۱۵۱ پر (بیاض میں اوراق شماری کی جگہ صفحہ شماری کی گئی ھے) یوں لاتا ھے :

(عنوان سرخ) " ستون دنداں از حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس سرہ"۔

سنوں سیانے میری بات   دارو بولوں میں کس دھات
جے مکہ میں ھوین دکھتے دانت   ھلتے سلتے جس کس پھانت
جسکے مکھہ میں آوے باس   اوسکا دارو ھے مجہ پاس
داتوں کارن مسی کر   خوب پسا کر منجن دھر
اِکاراں چیزاں سبہ تو ان   خوب پسا کر کیرے چھان
زیرا مرچاں ستوا سو تھہ   آجلا کتھہ لون کا کھونتہ
سفید بریاں
نیلا تھوتھہ دھنیاں بھون   اور ملاو سیندھا لون
خشک
پان پلاس کے کا تبتھاں آن   مابن نبس لوچن مل یہان
ار برک تنبول نو پیدا

وزن برابر کرکے تول دارو ہے یہی انمول
جیوں جیو دانتوں لاوے سکھ دانتوں کیرا جاوے دکھ
بندہ نواز کہے تو سن یاد کریں جب ہوں . . . کن
(یہ گن)

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز خود کو اپنے قلم سے بندہ نواز لکھ کر ثنائے خود بخود گفتن کے مرتکب نہ ہوئے ہوں گے۔ نسخہ ضرور ان کا ہوگا، لیکن اسے ان کے کسی مرید نے نظم کیا ہوگا جیسا کہ ان کے بعض فارسی رسایل کے ساتھ بھی ہوا ہے — تاہم اس کی قدامت ظاہر ہے۔

اس بیاض میں صفحہ ۶ پر اختلاف متن کے ساتھ وہ ریختہ بھی آتا ہے جو اوپر بیاض مرزا محمد مقیم کے ذیل میں درج کیا جاچکا ہے، اور جو یوں شروع ہوتا ہے:

سکھ چین کے منڈل موں جا کر کرو پکارا دل میرو دزد ستم صاحب دلاں خدارا

ایک ریختہ سید نور محمد کا بھی آتا ہے جو اپنا تخلص نور لائے ہیں:

ہر کسی کوں یہاں سے جانا ہے خانۂ گور کوں بسانا ہے
اپنی منزل ہے جائے خاموشاں اب بجالے جو کچھ بجانا ہے
وقت فرصت کے تئیں غنیمت جان بعد مرنے کے پھر نہ آنا ہے
نام اورونکا لیتے کہ موئے نام اپنا ھی یوں سنانا ہے
جس کوں کہتے ہو اب یہ ہے اپنا کل کوں ووھی نپت بیگانا ہے
حق لئے جو دیا رہا باقی ایس سوا اور سبھ گوانا ہے
توشۂ آخرت ایہاں سے لیئو گور ایک خانۂ ویرانا ہے
مت عبادت سے اب پھرا مکھ کوں حق کوں آخر یہ مکھ دکھانا ہے
غیر کے دل میں جا مناسب نئیں قلب مومن کا حق کا خانا ہے
جس سے نعمت ہے شکر اسی کا کر جس کا کھانا وسی کا گانا ہے
نور باتوں سے کام ہوتا نہیں کر عمل بات کیا برھانا ہے
(ص ۶۲)

اس بیاض میں قاضی محمد جعفر نصرپوری سندھی کی تصنیف کردہ ایک اردو آمیز عرضداشت بھی ھے جسے جعفر زٹلی کے انداز میں لکھا ھے۔ وہ یہ ھے:

ھو

عرضداشت اس غریب کی بات در حضور صاحب شعور
بالابول شہانہ دول آنکہ چوں این ضعیف الحال بے پرو
بال حسب فرمان بڑی شان پارۂ زمین براے کھیتی شالے
شیاریدہ و دریں ھنگام ھر کس مانند ھامان ھتھیاری
سر پر تغاری طرف لاباره دوڑا دوڑ میرفت۔ لقمہ خواران
و صحنک چاتاں چوں چہل بر چھلکہ و چہل کرو سفرہ
چھرپ مارا نند باشر و شور موچھاں را مرور بغربای این
قدر بیدری کھرا کھری کھٹا کھٹ و ٹھکا ٹھک مینمایند
معلوم نیست کہ چندیں سینہ کھینچی دھنوترا پیچی
دانتی اکر مانند لکر بکدام واسطہ است چوں ھر یک
دستاویز دامن تمھارے است کا ھے این ارکھنا و ٹھرکنا
ھنگام گھورا گھوری طرفین موجب لکر سرائے و دستار
برھائی کسے خواھد شد و محل تھرا تھروے لوک و
مکان مزاحت و ٹوک خواھد گشت چرا کہ آب بڑھانا
اور گھٹانا کار ناھنجار است امید کہ بحکم لکل فرعون
موسے و لکل احمق کھوسے:

(جو) نہ دیوے کبھی کسی کوں وہ   کر لگے ایک چاٹ اس کے تئیں
جو ھو بد کیش احمق و موذی   جھرکیاں ھے علاج تس کے تئیں

و اگر مرضی مبارک باشد بالراس والعین :

کچھ نہیں دوس اس بیچارے کا   وہ تو احمق ہے روتی کا نوکر
گر تمہارا کہا نہ مانے وہ   گھورے کے بدلے پاوے گیدی خر

زیادہ عز و دولت روز بروز چرھتا و برھتا باد۔ تصنیف قاضی محمد جعفر نصرپوری سندھی بطرف سید محمد سعید سید پوری فرستادہ ۔